اسلام کے خلاف ہالی وُڈ کی تصویری جنگ

ڈاکٹر سلیمان صالح ○

مغرب میں اسلام کی جو تصویر ہے، اس کا مطالعہ کیا جائے تو شاید بیش تر واقعات و حوادث کی حقیقت کو واضح کرنے کی بنیاد مل جائے اور ہمیں اس بات کا مزید ادراک بھی حاصل ہو جائے کہ رائے عامہ پر کس طرح اثر انداز ہوا جاتا ہے اور عوام کے جذبات سے کس طرح کھیلا جاتا ہے؟ دنیا میں تصویر یا تشخص کی جنگ جاری ہے، جس میں ہر ملک اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ [دنیا کے سامنے] اپنی تصویر بنانے اور اپنے دشمنوں کی گھسی پٹی تصویر قائم کرنے کا ملکہ حاصل کرلے۔

تصویر کی اس جنگ میں امریکی سینما انڈسٹری نے اہم کردار ادا کیا ہے، اور اس نے ایسی بہت ساری فلمیں بنائی ہیں، جن کا مقصد دوسروں یا دشمن [ممالک] کے بالمقابل امریکا کے تشخص کو مثبت تصویر کے چوکھٹے میں پیش کرنا ہے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد سے امریکی تحقیقاتی مراکز نے صرف ہدف کو چُنا ہے کہ اسلام کو امریکا اور یورپ کے دشمن کے طور پر پیش کیا جائے۔ ان مراکز کی ملی بھگت نے مسلمانوں کی مطلوبہ منفی تصویر کشی کے لیے بہت سی فلمیں منظرعام پر لانے کی بنیاد فراہم کی ہے۔

● **اسلام کی تصویر کشی کے سیاسی اہداف:** ایک سروے، جسے چار پاکستانی محمد یوسف، نعمان سیل، عدنان مناور اور محمد شہزاد نے انجام دیا ہے، یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام کی تصویر کو بگاڑنے کی صورت میں امریکی سینما بعض سیاسی اہداف کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے امریکی سینما نے بعض اصطلاحات اور تصورات مثلاً 'ریڈیکل اسلام'، 'انتہاپسند اسلام'،

○ پروفیسر میڈیا اسٹڈیز، قاہرہ یونی ورسٹی، قاہرہ۔ عربی سے ترجمہ: **تنویر آفاقی**

'ملیشیائی اسلام'، 'بنیاد پرست اسلام'، 'اسلامائزیشن اور انقلاب پسند' اسلام کا استعمال کیا ہے۔ ان اصطلاحات کے استعمال نے اسلام اور مسلمانوں کی گھسی پٹی تصویرسازی کے لیے فلسفیانہ اور پروپیگنڈا بنیاد فراہم کی ہے۔ یہ اصطلاحات عوام کو اس بات پر مجبور کررہی ہیں کہ وہ ان الفاظ وتصورات سے وہی تصویر قبول کریں، جو ہالی وُڈ کے نظریات پر مبنی ہے، یعنی سنیما پروپیگنڈے، عوام کے جذبات ورجحانات سے کھیلنے اور رائے عامہ پر اثرانداز ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

● **سنیما اور اسلاموفوبیا:** اسی طرح سنیما نے اسلاموفوبیا کا ہوّا کھڑا کرنے یا اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے نفرت کو جنم دینے میں بھی خوب مدد کی ہے۔ اہل مغرب کے دلوں میں اسلام مخالف جذبات پیدا کیے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف تعصب کو ہوادی ہے۔ اس تحقیق کا ایک اہم ترین نتیجہ یہ ہے کہ امریکی ذرائع ابلاغ اسلام کو اسی نظریۂ تہذیبی تصادم سے ہم آہنگ کر کے پیش کررہے ہیں، جسے سیموئیل ہن ٹنگٹن نے پیش کیا تھا۔

تہذیبی تصادم کے نظریے نے دنیا کو تقسیم کرکے مغرب اور اسلام کے درمیان گہری کش مکش پیدا کی ہے۔ اس نظریئے کو دنیا کے اوپر تھوپنے کے لیے ذرائع ابلاغ ، خاص طور سے سنیما کو استعمال کیا گیا ہے، جس نے اہلِ مغرب اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز و اختلاف کے مختلف پہلوؤں پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ اسی لیے امریکی سنیما نے اسلام کو ایک مذہب (دین) کی حیثیت سے لیا ہی نہیں، اور تعصب و جانب داری سے مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو چوٹ پہنچائی ہے۔

● **فلم موثر ترین ذریعہ:** سروے اور تحقیق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی لگی بندھی تصویر پیش کرنے میں سنیمائی فلمیں دوسرے ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ سے بھی زیادہ موثر رہی ہیں۔ دنیا اس وقت تصویری تہذیب کے دور میں جی رہی ہے۔ فلم تواتر اور تسلسل کے ساتھ تصویروں کے جس مجموعے کو پیش کرتی ہے، انھیں پردے پر ایسے متاثر کن انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہوکر رہ جاتی ہیں اور وہ ان ڈرامائی اور تخیلاتی تصویروں کو اصل حقیقت کے روپ میں دیکھنے لگتا ہے۔ اسی وجہ سے ہالی وڈ اپنے اندر بڑی اثرپذیری کی قوت رکھتا ہے۔

اسی لیے چاروں محققین نے اپنے سروے میں اس انڈسٹری کو آکٹوپس سے تشبیہ دی ہے

جس نے دنیا کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے رکھا ہے۔ دنیا کے بازارِ تفریح (Entertainment Market) پر ہالی وُڈ کی حاکمیت ہے۔ کروڑوں لوگ اس کی بنائی ہوئی فلمیں دیکھتے ہیں۔ ان فلموں کی وجہ سے ہالی وُڈ نوجوانوں کا سب سے طاقت ور استاد بن چکا ہے، کیوں کہ سب سے زیادہ فلموں سے جڑنے والا طبقہ نوجوانوں کا ہی ہے۔

دوسرا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ہالی وُڈ میں کام کرنے والے پرڈیوسرز، ڈائرکٹرز، قلم کار اور اداکار سب کے سب امریکا کے اشرافیہ (Elite) طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور دنیا کا وہی تصور پیش کرتے ہیں جو یہ طبقہ رکھتا ہے۔

● **سنیما کا سیاسی و تشہیری کردار:** امریکا سرد جنگ سے فاتح کی حیثیت سے باہر نکلا تو ہالی وُڈ نے اپنی فلموں میں اس اصطلاح پر توجہ مرکوز کر دی، جسے امریکا نے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کا نام دیا ہے۔ اسی مقصد کے لیے اس نے ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے کو بھی استعمال کیا۔ چنانچہ ایسی بہت سی فلمیں تیار کیں، جن کا مقصد امریکی عوام کی ذہن سازی کر کے انھیں امریکی قیادت کی حمایت و تائید پر مجبور کرنا، اور افغانستان و عراق کے خلاف امریکی جنگ کے فیصلے کو جائز ٹھیرانا تھا۔

اسلام کی روایتی منفی تصویر جو ہالی وُڈ نے گھڑی ہے، اس کا استعمال امریکا نے فلم بین حضرات کو اس بات کا یقین دلانے کے لیے کیا ہے کہ مسلمان 'انتہاپسند'، 'دہشت گرد' اور 'متعصب' ہوتے ہیں۔

سنیما کے اس سیاسی و تشہیری کردار سے واضح ہوتا ہے کہ ہالی وُڈ صرف تفریح کا ایک وسیلہ ہی نہیں ہے، بلکہ یہ ذہنوں میں ایک مخصوص تصویر قائم کرنے کی فیکٹری بھی ہے۔ یہ سنیما ہی تصویری و اصطلاحاتی جنگ اور تہذیبوں کے مابین کش مکش کو کنٹرول کر رہا ہے۔ اسی طرح یہ سنیما ہی امریکی اشرافیہ کے نقطۂ نظر کو عام کر کے اس کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کا کام بھی کر رہا ہے۔

بدقسمتی سے لوگ دنیا کو ہالی وُڈ کے اسی کیمرے کی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں، جو حقائق کو پیش نہیں کرتا، بلکہ تصویروں، اور خواص کی مدد سے من پسند اور مذموم واقعات کو جنم دیتا ہے اور پھر عوام کے جذبات کو ان کے خلاف اُبھارتا ہے جنھیں وہ اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

● **جعلی اور گمراہ کن روایتی تصویر:** عوام کے سامنے ہالی وُڈ جو معلومات پیش کرتا ہے، ان کا انداز عمومی نوعیت کا ہوتا ہے اور ان کے توسط سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کے لیے اس قسم کے احکامات صادر کرتا ہے، جو عوام کو گمراہ کرنے والے اور ان کے جذبات واحساسات کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان چار محققین نے ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۲ء کے درمیان ریلیز ہونے والی چار ہالی وُڈ فلموں کے ۲۸۷ مناظر کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ''امریکی سینما نے اسلام کو منفی شکل میں پیش کیا ہے''۔ اس جائزے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ ''اس تصویر میں بلا کسی امتیاز کے تمام اسلامی ممالک کو شامل کیا گیا ہے ،اور مغرب نے مسلم ممالک کی اس منفی تصویر کو تہذیبوں کے مابین تصادم کے نظریے کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس نظریے کی روشنی میں ان باتوں کو فروغ دیا گیا ہے جو اہل مغرب کے جذبات کو مشتعل کرنے والی اور انھیں اسلام سے متنفر اور مسلمانوں سے خوف زدہ کرتی ہیں''۔

اسی طرح ہالی وُڈ نے اسلام کی ایسی تصویر کو دنیا میں عام کرنے کا کام بھی کیا ہے کہ مسلمانوں کو دُنیا کے لیے خطرہ بتا کر ان سے لوگوں کو خوف زدہ کیا جا سکے۔ اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ دینِ اسلام کے خلاف دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف زیادتی کے واقعات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر امریکا، کینیڈا، یورپ اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں مساجد کو نذرِ آتش کرنے کے واقعات پیش آئے ہیں۔

● **وطن پرستی اور اسلاموفوبیا کے درمیان تعلق:** مسلمانوں کی روایتی انداز کی منفی تصویر کا تعلق امریکا اور یورپ میں وطن پرستانہ جذبات کو ابھارنے سے بھی ہے۔ اس سے ان ممالک میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز احساسات میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک اور محقق ابوسادات بھی اس سے پہلے اپنی تحقیق میں اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہالی وُڈ اسلام اور مسلمانوں کی منفی تصویر بنانے پر کام کر رہا ہے۔

● **استعمار ابھی بھی زندہ ہے:** عبید منشاوی فوال نے کونکورڈیا یونی ورسٹی میں ماسٹرز کی ڈگری کے لیے مقالہ پیش کیا ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے اپنی تحقیق کا یہی نتیجہ پیش کیا ہے کہ ہالی وُڈ کے فلم ساز استعماری دور کے یورپی مستشرقین کے پیش کردہ افکار پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔

اور مستشرقین کے یہ افکار مسلمانوں کی مسخ شدہ تصویر کے سہارے استعمار کی برتری کے جواز کو بیان کرتے ہیں۔دوسری طرف یورپی استعمار کی صورت گری سفید فام اہلِ مغرب کے اندر احساس برتری اور تکبّر اور حتمی غلبے کے جذبات کو غذا فراہم کر رہی ہے۔۱۱ستمبر کے بعد سے امریکی سینما کا استعمال اسلام کی اقدار، تہذیب اور روایات کے خلاف پروپیگنڈا مہم کے لیے بھی کیا جانے لگا۔اس کوشش کے تحت اسلام کو 'دہشت گردی'، 'تشدد'، 'انتہاپسندی'، 'بنیاد پرستی' اور 'جمہوریت دشمنی' سے جوڑا جانے لگا۔

امریکی فلم سازوں نے تہذیبی تصادم کے نظریے، سبز خطرے (Green Danger)، نظریاتی کش مکش، اور قدیم صلیبی جنگوں کے نظریات کو فلموں میں استعمال کیا ہے، اور یہ وہ نظریات ہیں، جو بین الاقوامی کش مکش کے لیے فکری اساس کی حیثیت سے وضع کیے گئے ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ سینما، عالمی کش مکش کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کا بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔اسلام سے خوف زدہ کرنے کے لیے سینما کا استعمال اس فکر کو فروغ دینے کے لیے کیا گیا کہ ''امریکی جمہوریت خطرے میں ہے اور امریکا دہشت گردی کی زد میں ہے''، اس لیے ضروری ہے کہ مسلم دُنیا کے خلاف عسکری جنگ کا سلسلہ جاری رکھا جائے''۔

اس حقیقت کی روشنی میں فوال یہ رائے بیان کرتے ہیں کہ ''اسلام کی جو روایتی انداز کی تصویر امریکی سینما نے گھڑی ہے، وہ نہایت تباہ کن اور سخت خطرناک ہے۔یہ تصویر مستقل طور پر اسلام دشمنی کی راہ ہموار کرنے والی ہے۔یہ تصویری جنگ حقیقی جنگ کے لیے راہ ہموار کرنے والی ہے، جس کا مقصد ملکوں پر قبضہ جمانا اور انسانیت کو برباد کرنا ہے۔مغربی فوجیوں کو اپنے دشمن پر میزائل چلانے سے پہلے ایک ذہنی تصویر کی ضرورت ہوتی ہے، جو امریکی فوج کی سرگرمیوں کو احترام دینے والی ہو اور امریکی فوجیوں کو ہیرو کا رُوپ دے سکتی ہو۔اسی طرح انھیں ایک ایسی روایتی تصویر کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جو ان کے دشمن کی صورت کو بگاڑ کر پیش کرتی ہو اور انھیں بدمعاش، دہشت گرد اور جمہوریت و ترقی کے دشمن کے طور پر پیش کرتی ہو''۔

امریکی سینما اپنے طویل تاریخی تجربات کو بروئے کار لا رہا ہے اور تصویری جنگ میں اپنے کردار کو انجام دینے کے لیے ٹکنالوجی کے میدان میں ہونے والی ترقی کو کام میں لا رہا ہے۔اس کی

نظر میں یہ تصویری جنگ ہی دنیا کے مستقبل کی تشکیل اور استعماری غلبے کے نئے دور کے لیے راہ ہموار کرے گی۔ سوال یہ ہے کہ ہم اس تصویری جنگ کا مقابلہ کیسے کریں اور کیسے ایک ایسی میڈیا انڈسٹری کی تشکیل کریں، جو مسلمانوں کو [درست] معلومات فراہم کر سکے، ان کے فہم وشعور کی تشکیل کر سکے اور اکیسویں صدی کے چیلنجوں کے مقابلے کی قوت امت کے اندر پیدا کر سکے؟

مستقبل کی تعمیر وتشکیل ایسے اصحابِ علم اور محققین کی ضرورت مند ہے، جو اپنے ممالک کو ذہنی تصویر سازی کے قابل بنا سکیں اور اس قابل بنا سکیں کہ وہ ان روایتی اور گھسی پٹی، آلودہ اور بیہودہ تصویروں کا مقابلہ کریں، جو امت کے خلاف دشمنی کی بنیاد بن رہی ہیں اور امریکا جو کہ سینما کو اسلام کی منفی تصویر بنانے کے لیے استعمال کرتا ہے، وہ ان بنی بنائی تصویروں کا زیادہ دن تک سہارا نہ لے سکے۔

ذہنی وروایتی تصویر اس بنیاد کی تشکیل کرتی ہے جس پر مغرب کے پالیسی ساز اپنی خارجہ پالیسی اور بین الاقوامی تعلقات کے سلسلے میں اعتماد کرتے ہیں، جب کہ استعماری سوچ آج بھی ہالی وُڈ کے پروڈیوسرز کے لیے بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔